باب سوم

تعلیمِ نسواں کی جُداگانہ حیثیت کا مسئلہ

اقوامِ متحدہ کا ادارہ یونیسکو دنیا میں تعلیم کے فروغ کیلئے بہت سے اقدامات کرتا ہے۔ ان میں سے ایک لیے "تعلیم سب کے لئیے" *Education for All* " یا " *Universal Primary Education* "۔ اس کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے نو ممالک (زیادہ آبادی والے) پاکستان، بنگلہ دیش، انڈونیشیا، انڈیا، برازیل، چین، مصر، میکسیکو اور نائجیریا نے (E - 9 کے تحت) مشترکہ منصوبہ بندی کی ہے۔ تاکہ تعلیم کا حصول سب کے لئیے ممکن ہو۔ ان کی اس سلسلے میں نیو دہلی انڈیا میں 16 - 12 دسمبر 1993ء کو کانفرنس منعقد ہوئی اور اب چار سال بعد اسلام آباد میں 16 - 14 ستمبر 1997ء کو یہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں جہاں بہت سے اقدامات تجویز کئیے گئے وہاں اس بات کا اعادہ کیا گیا کہ "لڑکیوں اور عورتوں کی تعلیم ہماری خصوصی ترجیحات میں"۔ ان ممالک کے مشترکہ اعلامیہ میں شامل ہیں۔

اس وقت دنیا میں 140 ملین بچے سکول جانے کی سہولت سے محروم ہیں۔ اور قریباً ایک بلین بالغ افراد ان پڑھ ہیں جن میں سے $\frac{2}{3}$ عورتیں ہیں۔ صحارا افریقہ میں اگر مزید 2.5 بلین ڈالر تعلیم پر لگا دئیے جائیں تو ہر بچہ کو سکول میں بیٹھنے کی سہولت ہو گی۔ اگر 3 سے 6 بلین ڈالر دفاع کے خرچ (68 بلین ڈالر) سے نکال کر تعلیم کے شعبے میں مختص کر دئیے جائیں تو دنیا میں ہر بچہ کو سکول میں بیٹھنے کی سہولت ہو گی۔ 1990ء کی بین الاقوامی تعلیمی کانفرنس (E.F.A.) جو کہ تھائی لینڈ میں منعقد کی گئی تھی، کے نتیجے میں دنیا میں بچوں کو سکول بھیجنے کے رحجان میں شدت

آئی اس سے ایجوکیشن کی QUANTITY میں اضافہ ہوا لیکن تعلیم کی *Quality* میں کوئی خاطر خواہ ترقی نہ ہو سکی ۔ (1)

پاکستان کی شرحِ خواندگی 36% ہے سری لنکا کی 90% ہے ۔ $\frac{2}{3}$ پاکستانی آبادی ان پڑھ ہے ۔ 17 ملین بچے 1995 میں سکول سے محروم تھے ۔ (2)

پاکستان کی خواتین کی شرحِ خواندگی 27% ہے ۔ 97-1996ء میں *Enrolment* پرائمری کی سطح پر 5702000 (7% - 10) مڈل کی سطح پر 139 2000 (9.6%) ہائی سکول لیول پر 1060000 (12.5%) تھی ۔ 97-1996ء میں 3728 نئے پرائمری سکول کھولے گئے ۔ 831 مسجد سکولوں کو پرائمری سکول بنایا گیا ۔ 1613 پرائمری سکولوں کو اپ گریڈ کر کے مڈل بنایا گیا اور 13 نئے ہائی سکول کھولے گئے ۔ 97-1996ء میں لڑکیوں کا *Participation Rate* پرائمری کی سطح پر 63.1% مڈل کی سطح پر 25.8% اور ہائی سکول کی سطح پر 22.3% رہا ۔ ایک اندازے کے مطابق لڑکیوں کی *Enrolment* 70% زیادہ ہوئی ۔ پنجاب میں زیادہ تر دیہی علاقوں میں ، سندھ میں 15% زیادہ گرلز سکولز کھولے گئے ۔ صوبہ سرحد میں 55% زیادہ *Enrolment* لڑکیوں کی رہی ۔ اور بلوچستان میں 75% زیادہ لڑکیوں کے سکول کھولے گئے ۔ 2000ء تک لڑکیوں کی پرائمری سطح پر *Participation Rate* 93.5% ہو جائے گا ۔ (3)

پاکستان میں خواتین کی شرحِ خواندگی 27% ہے جو کہ بہت ہی کم ہے ۔ ہم بات کر رہے ہیں خواتین کے تعلیم یافتہ ہونے کی اور یہاں مسئلہ درپیش ہے خواندگی کا ۔ خواندگی سے کیا مراد ہے ؟ ——

1951ء کے مطابق خواندگی سے مراد کسی بھی زبان میں کوئی بھی صفحہ

(پرنٹ) پڑھ سکتا۔

1961ء کے مطابق خواندگی سے مراد کسی بھی زبان میں کوئی بھی صفحہ

پڑھ کر اس کو سمجھنا ۔

بمطابق 1981ء اخبار کو پڑھ سکتی ہو ۔اور کوئی سیدھا سادا خط لکھ سکتی ہو ۔ (4)

ابتدائی ٹریننگ کیلئے ماہرین نے مندرجہ ذیل اوقات مقرر کئیے ہیں ۔

لٹریسی کے لئے =	60 گھنٹے
حساب (نمبر وغیرہ) =	25 گھنٹے
زندگی کی مہارات =	35 گھنٹے (5)

NETCOM والوں کا یہ پروگرام Non-formal Education (NFE)

پر مشتمل ہے ۔جس میں خواتین کو تعلیم ان کی سہولت کے مطابق دی جاتی ہے۔ یعنی جس وقت وہ فارغ ہوں جتنی دیر وہ فارغ ہوں' جہاں پر وہ سیکھنا چاہیں (اسی جگہ کو سکول بنا لیا جاتا ہے۔ اس پر 10 ہزار روپے خرچ آتے ہیں) جو کچھ وہ سیکھنا چاہیں۔ مقصد خواتین کو (LITERATE) خواندہ بنانا ہے۔ (6)

پاکستان میں عورتوں کی تعلیم کے حوالے سے جو حقائق سامنے آئے ہیں۔ ان کے مطابق ہمارے ہاں:

- عورتوں کی تعلیم کے ادارے کم ہیں ۔
- دیہات میں جو ادارے ہیں' ان میں طالبات کی تعداد کم ہے۔
- خواتین کی شرحِ خواندگی بہت کم ہے۔

- پرائمری میں خرچ کرنے پر منافع زیادہ ہے۔ (خواندگی کے حصول میں)
- تعلیم پر بہت کم خرچ کیا جا رہا ہے۔

ہم یہ پہلے واضح کر چکے ہیں کہ خواتین کو تعلیم دینا از بس ضروری ہے۔ تاہم یہ سوال بھی بہت اہم ہے کہ ان کو کس طرح کی تعلیم دی جائے۔ اس سلسلے میں تین آراء ہیں:

پہلی رائے

عورتوں کو بغیر کسی تفہیم و تفسیر کے، صاف سادہ قرآن مجید کی تعلیم دی جائے۔ ان کی نظر میں یہی رائے عمدہ ترین اور یہی نظریہ باقی تمام نظریات سے درست ہے۔ ان کے خیال میں تعلیمِ نسواں ان کے اخلاق کو بگاڑ دیتی ہے۔ کیونکہ ناخواندہ عورت شیطان سیرت مردوں کی دسترس سے دور رہی ہے۔ ایک زبان ہے جسکے شر سے ان پڑھ عورت محفوظ رہے گی۔ اس پر مستزاد یہ کہ حجابِ متین اور پردۂ کثیف اوڑھ لے گی تو دوسری زبان کے شر سے محفوظ ہو کر بے راہروی سے مکمل طور پر امن میں رہے گی۔ ہم کتنی طالبات کو جانتے ہیں کہ وہ بحالتِ اسلام، پارسائی، مروت اور اس کی پاسبانی کے ہوتے ہوئے بھی تعلیم اور صرف تعلیم کی ہی وجہ سے برائی کی لپیٹ میں آ گئیں۔ چہ جائیکہ عصرِ حاضر ہو جس میں عیش و عشرت کی رَو ہلاکت کے ڈوبے تک پہنچ چکی ہے۔ ہماری معالج کے اختیار سے باہر ہے تو ایسے دور میں تعلیم نوجوان لڑکی کے پاکیزہ ذہن کو پراگندہ، غیروں سے آشنائی کا جذبہ اور گندے خیالات کو جنم دینے کا باعث بنے گی۔

دوسری رائے

عورتوں کو انگریزی تہذیب کے دعویداروں کے طریقۂ تعلیم کے مطابق تعلیم دی

جائے۔ ان کا کہنا ہے کہ بعض قومیں آج ترقی پر فائز ہیں۔ خوش قسمتی ان کے قدم چومتی ہے جبکہ دوسری قومیں ذلّت، پستی، غلامی اور بد بختی سے دو چار ہیں۔ غور کرنے سے معلوم ہوا کہ ان کی خوش قسمتی اور ان کی بد قسمتی کا سبب، محنت اور مال ہے جس کی بنا پر ہم تہیّہ کر چکے ہیں کہ ترقی یافتہ قوموں کی تقلید کریں ـــــــ اس ضمن میں تعلیمِ نسواں عورتوں کی آزادی اور ہر ممکن معاملہ میں قیدوبند، مرد عورت کے حقوق کی مساوات بھی ہے۔ پہلوا س پر ایمان ہے۔ اور اسی کی تنفید کیلئے کوشاں ہیں۔ لیکن تمہارا یہ کہنا کہ عورتیں اپنے گھروں میں دفن رہیں۔ انھیں اپنے مال و متاع اور ضروریاتِ زندگی میں کسی قسم کے تصرّف کا حق نہ ہو۔ حتیٰ کہ کھُلی فضا میں سانس تک نہ لے سکیں اور ضرورت پڑنے پر گھر سے باہر نکلنے کی صورت میں اسے دیکھنے سے روک دینا۔ پھر تم نے یہاں تک غلو کیا کہ اس کی آواز کو بھی موجبِ شرم قرار دیا۔ اس کا حقِ وراثت، مرد کی نسبت ناقص یعنی آدھا قرار دیا لیکن اے کاش کی اس کا نصف بھی سالم رہ جاتا۔ اس پر پردہ نشینی لازم قرار دی گئی۔ کیا ایسی قوم دنیا میں زندہ رہ سکتی ہے۔ کہ جس کا نصف تو بالکل مردہ ہو اور باقی جہالت کی وجہ سے بالکل ناکارہ ہو۔ حالانکہ یہ امر مسلمہ ہے کہ ترقی ناقابلِ تقسیم ہے یا تو ماں باپ اور اولاد سب ترقی یافتہ ہوں یا پھر سب ذلّت اور رسوائی کی زندگی بسر کر رہے ہوں۔ کیا کبھی ایسی قوم بھی سننے میں آئی ہے کہ مرد تو شائستہ اور مہذّب ہوں لیکن عورتیں جاہل ہوں۔ ان کا طرزِ عمل یہی ہے کہ لڑکی جب سنِ بلوغت کو پہنچ جائے تو وہ اپنے نفس کی خود مُختار ہے۔ جو چاہے کرے جس سے چاہے تعلقات پیدا کرے۔ دن رات اکیلی پھرے۔ ہم تو ان قوموں کے طرزِ عمل کو ہی اپنائیں گے۔ اور ہر معاملے میں ان کی تقلید کریں گے۔

تیسری رائے :-

یہ رائے پہلی دونوں کے بین بین ہے۔یہ رائے پچھلی دونوں آراء (دونوں Extreme پر ہیں) کے نقائص اور غلطیوں سے پاک اور ان کی خوبیوں کو اپنے دامن میں لئیے ہوئے ہے۔اور یہ اس طرح کہ اولاً ان کی ایسی تعلیم سے انکار نہیں کیا جا سکتا جس سے عورت امورِ خانہ داری، گھریلو سہولتوں اور ان کے انتظام سے واقفیت اور نیک بچے اور بچیوں کیلئیے ایک نیک ماں بننے کی صلاحیت سے متّصف اور بہرہ مند ہو سکے۔ ثانیاً جس سے عورت زندگی کے تمام شعبوں میں خواہ وہ معاش سے متعلق ہوں حرب و ضرب سے یا طبیعات سے ہر شعبۂ حیات میں مرد کی مدد اور معاون ثابت ہو۔گویا خواتین کی تعلیم اس نوعیت کی ہو جو اس کو اس کے فرائض کی ادائیگی میں معاون ہو۔ (7)

اس حوالے سے پہلی عالمی اسلامی تعلیمی کانفرنس منعقدہ مکۃ المکرمہ اپریل 1977ء کی رائے ہے کہ ان مسلم ممالک میں جہاں مخلوط تعلیم رائج ہے۔اور جہاں خواتین کو وہی نصاب پڑھایا جاتا ہے۔جو بنیادی طور پر مردوں کے لئیے مرتب کیا گیا ہے۔ وہ خواتین کی فطری طبائع ، ان کی انفرادیت اور سماجی قوانین سے ٹکراتا ہے۔اس سے معاشرہ میں کتنی قباحتیں پیدا ہو گئی ہیں۔مخلوط تعلیم نے کئی ایک خطرناک نتائج پیدا کئیے ہیں۔اخلاقی بےحیائی، خاندانی انتشار ، بچوں کی پرورش میں کوتاہی، نوجوانوں میں مدرسوں سے غیر حاضری کا رجحان اور ان کا مجرمانہ اور اخلاق سوز رجحانات میں ملوث ہو جانا، یہ سب اسلامی نقطۂ نظر سے متصادم ہیں۔ان حالات میں کانفرنس سفارش کرتی ہے۔ کہ عورتوں اور مردوں کے لئیے علیحدہ علیحدہ تعلیم کا بندوبست ہو۔

عورتوں کیلئے ایک ایسا تعلیمی ڈھانچہ تشکیل دیا جائے جو نہایت غوروفکر کا نتیجہ ہو اور خواتین کے تقاضوں اور ضرورتوں کے مطابق ہو۔ایسے نظام میں جو اسباق پڑھائے جائیں وہ عورت کی فطرت کے مطابق ہوں۔ایسا نظام وہ تمام تقاضے پورے کرے جو ایک اسلامی معاشرے کی طرف سے عورتوں پر عائد ہیں۔ایسے نظام سے اسلام کے مقاصد بھی پورے ہو جائیں اور خواتین کی عزت و آبرو کی حفاظت بھی ہو سکے۔خاندانی نظام بھی مضبوط بنیادوں پر استوار ہو اور فرائض کی تخصیص بھی عمل میں آسکے۔مزید برآں عورتوں میں تعلیم کا رجحان بھی وسعت پزیر ہو کیونکہ اسلام میں تعلیم کا حاصل کرنا مرد اور عورت پر ایک جیسا فرض کرتا ہے۔ (8)

مخلوط تعلیم اسلام کے عمومی مزاج کے برعکس ہے۔اس لئیے کہ اسلام مرد اور عورت کے آزادانہ اختلاط کی اجازت نہیں دیتا۔

ایک مرتبہ حضورؐ نے عورتوں اور مردوں کو آپس میں اکٹھا دیکھا تو آپ نے فرمایا۔

عورتوں سے پیچھے ہو جاؤ کیونکہ تمہیں درمیان راستے پر چلنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

تمہیں راستے کے کنارے کنارے چلنا چاہئیے۔

یہ اس لئیے فرمایا کہ مرد اور عورتیں علیحدہ علیحدہ رہیں اور آپس میں خلط ملط نہ ہوں۔

امام نوری فرماتے ہیں، مختلف احادیث کی بنا پر علماء نے کہا ہے۔ کہ عورت کا مرد سے دور رہنا بہتر ہے اور ان سے نہ ملنا بہتر ہے۔ (9)

(عورت باہر جاتے وقت) خوشبو نہ لگائے زیب سے زینت نہ کرے۔ ایسے پازیب نہ پہنے جن کی جھنکار سنائی دے۔بھڑکیلے لباس میں ملبوس نہ ہو۔مردوں کے ساتھ

خلط ملط نہ ہو یا ایسی حالت میں نہ ہو جس سے فتنہ کا اندیشہ ہو ۔ (10)

لہٰذا مغرب کی تقلید میں مخلوط تعلیم کا سلسلہ بند ہونا چاہئیے اور لڑکیوں کے واسطے الگ مدارس قائم ہونے چاہئیں جہاں انکی ہم جنس معلمات ہی ان کو تعلیم دیں اور ان کی تربیت کریں اور دیگر نگہوانی کے امور سرانجام دیں ۔ (11)

قرآن میں عورتوں کے بارے میں ارشاد ہے :-

" اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں اور نہ دکھاتی پھرو جیسے کہ دکھانا دستور تھا پہلے جہالت کے دور میں اس میں بھی عورتوں کو احکام ہے کہ نمائش وغیرہ سے باز رہیں اور اپنے آپ کو گھروں میں رکھیں ۔ (12)

حضورؐ کا ارشاد مبارک ہے ـــــ امام طبرانی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے ۔

" عورت کی ذات قابل سترپوشی ہے اور جب وہ اپنے گھر سے نکلتی ہے تو شیطان فخر محسوس کرتا ہے ۔ وہ خدا سے قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے قلعے میں محفوظ ہو ۔" (13)

حضرت فاطمہ سے دریافت کیا گیا کہ عورت کے لئیے سب سے بہتر شئے کیا ہے ـــ

"وہ نہ مردوں کو دیکھیں نہ مرد انھیں دیکھیں " (14)

ہم نے اسلامی احکامات کی روشنی میں مخلوط تعلیم کے بارے میں بحث کی ہے اب یہ دیکھتے ہیں کہ دوسرے مفکرین حضرات کے اس بارے میں کیا خیالات ہیں ۔ لیکن اس سے پہلے دلچسپی اور معلومات کے لئیے دوسروے (جائزہ) رپورٹ پیش کی جاتی ہیں ۔ ایک تو لادینی ملک انڈیا کی ہے جن کا اس کلچر سے کوئی تعلق نہیں کہ مرد عورت خلط ملط نہ ہوں ۔ حالانکہ وہاں پر بھی خواتین کی تعلیم کیلئے خواتین یونیورسیٹیاں ہیں۔

جدول 3.1 : مخلوط تعلیم (سروے/ انڈیا)

رویہ (رائے)

تعلیم	حق میں	مخالفت میں	کل	ریمارکس
ان پڑھ	9, 15.6%	49, 84.4%	58	پوسٹ گریجویٹ کی سطح پر
خواندہ	22, 23.2%	50 76.8%	95	10% مخلوط تعلیم کے حق میں ہیں
ہائی سکول	34, 40.4%	50، 59.6%	84	کالج لیول پر 80% حق میں ہیں
کالج	36, 80%	9، 20%	45	لیکن جو لوگ پڑھے لکھے نہیں ہیں وہ تقریباً 85% حق میں ہیں
پوسٹ گریجویٹ	18, 100%	-	18	اور کچھ پڑھے لکھے لوگ یعنی 77% مخالفت میں ہیں

اس قسم کا ایک جائزہ پاکستان میں بھی لیا گیا جس کی تفصیل دلچسپی سے خالی نہیں -

جدول : 3.2 : مخلوط تعلیم (سروے/ پاکستان)

مخلوط تعلیم (حق میں / مخالفت میں) ہاں یا نہیں میں جواب

شہر	ہاں	نہیں	کوئی جواب نہیں
کراچی	58.3	41.7	-
لاہور	38.9	61.1	-
اسلام آباد / راولپنڈی	36.7	63.3	1.1
پشاور	25.6	74.4	0.6
کوئٹہ	49.4	50.6	2.2
ملتان	41.7	58.3	0.6
سکھر	54.1	45.9	1.7

جدول 3.2 کے تحت سروے کا خلاصہ درج ذیل ہے-

70% مرد حضرات مخلوط تعلیم کے حق میں نہیں

80% خواتین مخلوط تعلیم کے حق میں نہیں -

ایک اور دلچسپ صورتحال سامنے آئی -کوئٹہ شہر کے قریباً 50% لوگ مخلوط تعلیم کے

حق میں ہیں ۔ سب سے زیادہ مخالفت میں پشاور کے لوگ ہیں ۔ اس کے بعد اسلام آباد راولپنڈی کے لوگ ہیں ۔ تیسرے نمبر پر 61% لوگ جو کہ لاہور کے ہیں ، اس کے حق میں نہیں ہیں ۔ (15)

مخلوط تعلیم کا بنیادی تصور یہ ہے کہ عورت اور مرد میں ہر طرح کی صلاحتیں ایک جیسی پائی جاتی ہیں ۔ معاشرے کا ہر کام جو مرد کر سکتا ہے ۔ وہ عورت بھی کر سکتی ہے ۔ بلکہ اسے کرنا چاہیئے ۔ مساوات کے اسی تصور نے مخلوط تعلیم کو جنم دیا ۔ مسلمانوں کے ہاں خواتین کو تعلیم حاصل کرنے کیلئے باقاعدہ درس گاہوں میں بھیجنے کا رواج نہ تھا بلکہ ان کیلئے ہر قسم کی ضروری تعلیم کا انتظام گھروں میں کیا جاتا تھا ۔ لیکن آہستہ آہستہ مسلمانوں کے ذہن بھی مخلوط تعلیم کیلئے آمادہ ہو گئے ۔ لیکن مسلمانوں نے من حیث القوم اس کو کبھی بھی نہ اپنایا (16)

انسائیکلوپیڈیا آف برٹینکا میں مخلوط تعلیم کی وضاحت کچھ اس طرح ہے :

"ایک ہی مضمون کی تعلیم' ایک ہی وقت میں' ایک ہی جگہ پر' ایک ہی نظام کے تحت "

ابتدا میں براعظم یورپ کے ممالک مخلوط تعلیم کے مخالف تھے لیکن اٹھارویں صدی کے دوران میں ڈنمارک میں اس اصول کو تسلیم کر لیا گیا ۔ اس کے تمام پرائمری اور ثانوی درجوں میں سکولوں میں مخلوط تعلیم کی بنا پڑی ۔ سوئٹزر لینڈ میں مخلوط تعلیم عام ہے ۔ اگرچہ گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ جماعتوں میں لڑکے اور لڑکیاں علیحدہ علیحدہ پڑھتے ہیں ۔ اٹلی میں بیسویں صدی کے آخر میں مخلوط تعلیم ایک عام چیز تھی لیکن یہ ملک کے بعض حصوں تک محدود رہی ۔ جرمنی میں پرائمری سکولوں میں مخلوط تعلیم عام مگر

ثانوی کلاسوں میں مخلوط تعلیم زیادہ مقبول نہیں ، انیسویں صدی کے آخر میں جرمنی کی ایک لڑکی کیلئے ناممکن تھا کہ وہ ثانوی تعلیم کسی ایسے سکول میں حاصل کر سکے جو صرف لڑکیوں کیلئے ہو ۔ (17)

اوپر کے حقائق سے پتہ چلتا ہے کہ مخلوط تعلیم بیسویں صدی کا تحفہ ہے اور یہ سوئٹزرلینڈ ، اٹلی ، جرمنی ، ڈنمارک اور سویڈن میں اس صدی میں زیادہ تیزی سے پھیلی ۔ (18)

پروفیسر وشمن نے مخلوط تعلیم کے بارے میں بحث کرتے ہوئے کہا کہ اس میں ایک جیسی تعلیم' ایک ہی جگہ پر ایک ہی ٹیچر سے' والی تھیوری ہے ۔ جبکہ لڑکے اور لڑکی کی سوچ میں کافی فرق ہے ۔ مرد سوچ بچار کا عادی ہے ۔ عورت میں جذبات زیادہ ہیں ۔ اس لئیے عورتوں کیلئے Abstract Reasoning درست نہیں سمجھی جاتی ۔ اس کے نزدیک Deduction کا عمل زیادہ بہتر ہے ۔ مصنف چار سال کی عمر کی بچی اور بچے کی مثال دیتا ہے ۔ بچی تقریر میں ماہر ہے ۔ اور وہ مکلاتی نہیں ہے ۔ جبکہ اس کے کھیل کود میں وہ طاقت اور پھیلاؤ نہیں ہے جو کہ بچے کے کھیل میں ہے (4 سالہ لڑکا) ۔ دونوں کی ذہانت میں بھی فرق ہے ۔ لڑکیاں وہ کام اچھا کرتی ہیں جن میں Abstract Reasoning اور Originality of Thought نہ ہو ۔ وہ اس معاملہ میں لڑکیوں کے ساتھ ساتھ چلتی ہیں بلکہ بعض اوقات ان سے آگے نکل جاتی ہیں کیونکہ گھوٹنا / زبانی یاد کرنا بچیوں کیلئے زیادہ آسان ہے ۔ تحریری کام کرنا بھی ان کو اچھا لگتا ہے ۔ صاف ستھرائی میں وہ دلچسپی لیتی ہیں اور ایسا کام جن کو نقل کیا جا سکے لڑکیوں کیلئے بہتر ہے ۔ اسی لئیے لٹریچر ان کا پسندیدہ مضمون ہے اور

اصول تسلیم کر کے بھی دونوں کی فطرت میں امتیاز کیے بغیر چارہ نہیں - مردانہ خصائص کا تصور کیجئے - توبعا" آپ کا ذہن شجاعت ، حکمت اور عدالت کی طرف رجوع ہو گا۔میں یہ نہیں کہتا کہ عورتوں میں مردوں والے یہ خصائص نایاب یا ممنوع ہیں لیکن فی الواقع ہم ان تینوں خصائص کو بالعموم مردوں سے منسوب کرتے ہیں - اسی طرح نسوانی خصائص کی فہرست میں عفت ، شفقت اور جنسیت خاص طور پر نمایاں ہیں -

دونوں صنفوں کے درمیان یہ فرق حقیقی ہے جس سے انکار محال ہے - الغرض عورت کی اخلاقی فضلیت اپنا ایک الگ مقام رکھتی ہے اور اس لحاظ سے اس کا دائرۂ عمل بھی مختلف ہے - ہمیں تقسیمِ کار کے اس اصول کو جو قدرت نے قائم کیا ہے نظر انداز نہیں کرنا چاہئیے - (20)

قدرت نے مختلف مخلوقات کو مختلف جنسوں اور مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے اور ہر گروہ کے خاص فرائض اور خاص خاص وظائف قرار دئیے ہیں - ان تمام فرائض کی انجام دہی کیلئے ایک ہی قسم کی جسمانی ساخت کی ضرورت نہ تھی - اس کیلئے مختلف سائز ، مختلف وزن ، مختلف شکل اور مختلف قسم کی نوعیت کی جنس درکار ہے - اس لئیے جس گروہ کو جو کام سونپا گیا اور جس جنس کے ذمہ جو فرائض لگائے گئے اس کے مطابق اس کی ساخت بنا دی گئی - فرشتے آسمان اور عرش اٹھائے ہوئے ہیں - نظامِ قدرت کو چلانے میں اللہ کے مددومعاون ہیں - شیاطین اور جن وغیرہ چونکہ ایک دوسری دنیا کی مخلوق ہیں - اس لئے ان کی ساخت مختلف ہے - فرشتے مختلف شکل کے ہیں - انسان اشرف المخلوقات ہے - (لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ) اس لئیے اس کو ایک علیحدہ شکل دی - اسکی ہئیتِ ترکیبی مختلف رکھی اور پھر انسان کی دو جنسیں بنا دی گئیں اس لئیے ان کی شکل جسم ، ساخت اور ہئیت بھی مختلف کر دی تاکہ ہر ایک کو اپنے اپنے دائرۂ کار

میں کام ، فرائض اور وظائف کو پورا کرنے میں آسانی رہے ۔ بے شک انسان فطرتاً آزاد ہے اور یہ آزادی اس کے ہر ارادی اور غیر ارادی فعل سے ظاہر ہوتی ہے لیکن آزادی کو تسلیم کرتے ہوئے اس امر کو فراموش نہیں کرنا چاہئیے کہ انسان کا اپنے حقیقی فرائض کو ادا کرنا نظامِ تمدن کا اصل عنصر ہے ۔ (21)

اس لحاظ سے مرد اور عورت ہر ایک کے اپنے فرائض ہیں اور ان فرائض کا اولین مقصد تمدن کی نشوونما ہے ۔ اس لئیے جو بھی نظام مرتب کیا جائیگا ۔ اس میں یہ ہیئت اور ساخت کا فرق ضرور ملحوظ رکھنا ہو گا ۔ اور اس کا لحاظ رکھتے ہوئے نظام کی پالیسیاں مرتب کی جائیں گی ۔ بعینہٖ یہی فرق تعلیمی نظام میں بھی رکھنا ہو گا تاکہ ہر ایک کو اس کی صلاحیت، مزاج ، ساخت اور ذوق کے مطابق تعلیم دی جا سکے ۔ پھر ایک جیسی تعلیم ، ایک ہی ٹیچر کے ذریعہ اور ایک ہی جگہ تعلیم بارآور ثابت نہیں ہو گی اور اس سے مطلوبہ نتائج برآمد نہیں ہونگے ۔ انسانی نفسیات کے مطالعے نے دونوں صنفوں کے اختلافات کو بالکل آشکار کر دیا ہے ۔ ان کی طبیعت ، مزاج ، سوچنے سمجھنے کے طریقے ، مختلف ردِّ عمل، غرض ہر لحاظ سے یہ اختلاف اتنا گہرا ہے کہ اس کو سامنے رکھ کر کوئی معقول آدمی ان دو اصناف کیلئیے ایک جیسے طریقۂ تعلیم کی سفارش نہیں کر سکتا ۔ یہ اختلاف اپنی فطرت میں دو علیحدہ طریقہ ہائیے تعلیم کا تقاضا کرتا ہے ۔ (22)

یہ ایک اٹل اور واضح حقیقت ہے کہ عورت مزاج ، طبیعت اور صلاحیت میں تخلیقی طور پر مرد سے مختلف ہے ۔ اسلام نے ریاست اور معاشرے کے تحفظ کی اصل ذمہ داری مرد کے سر ڈال دی ہے اور عورت کی جدوجہد کا رخ گھر کی طرف موڑا ہے ۔ قرونِ اولیٰ میں عورت اپنے

دائرۂ کار میں رہی اور اس نے اپنے اصل مقام کو پا لیا تو وہ اسلامی تہذیب کی ترقی اور اسکی تابنا کی کا باعث بنی ۔ خواتینِ اسلام نے اس دور میں شرعی حدود کی پابندی کرتے ہوئے تعلیمی میدان میں بھی خاطر خواہ خدمات سرانجام دی ہیں اور اپنی خانگی ذمہ داریاں پوری کرنے کے ساتھ ساتھ زراعت، تجارت اور صنعت و حرفت میں بھی حصہ لیا۔ یہاں تک کہ بوقتِ ضرورت اور بقدرِ ضرورت شرعی احکامات کو مدِنظر رکھتے ہوئے جہاد میں بھی حصہ لیا ۔ (23)

ہم دیکھتے ہیں تجارت میں حضرت خدیجہؓ نے نام کمایا ۔ اسی طرح خلیفہ ہارون الرشید کی بیگم زبیدہ نے زرعی معاملات میں دلچسپی لی اور نہریں وغیرہ نکلوا کر زمین کو سیراب کرایا ۔ اور حضرت ضرارؓ بن ازرو کی بہن خولہ بنت ازرد جیسی سورما خاتون نے باقاعدہ جنگ میں حصہ لیا ۔ حضرت عائشہؓ علم کا سمندر تھیں غرضیکہ خواتینِ اسلام نے اسلامی تقاضوں کے اندر رہ کر ہر شعبۂ حیات میں حصہ لیا ۔

اس بات سے کبھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہمارے معاشرہ کی کلچرل ، اخلاقی معاشرتی اور روایتی اقدار نے ہمیشہ سے مرد اور عورت کے علیحدہ علیحدہ ہونے کی تلقین کی ہے خصوصاً جوان عورت اور مرد کا ملاپ کبھی بھی ہمارے معاشرے میں پسند نہیں کیا گیا۔ جن لوگوں نے عورتوں کی تعلیم کو 1947ء کے بعد دیکھا ہے، وہ جانتے ہیں کہ ان کیلئے کتنے سخت پردہ میں اس تعلیم کا بندوبست کیا جاتا تھا اور کیسے کیسے کٹھن اور FOOL PROOF انتظامات کئیے جاتے تھے، والدین کو اس بات پر قائل کرنے میں کہ وہ اپنی بچیوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کریں ۔ (24)

1960ء اور 1970ء کی دہائی میں مساوات زن و مرد کی مختلف تحریکیں جو کہ امریکہ اور آسٹریلیا میں جاری تھیں ، اس بات کا مطالبہ کیا کہ مردوں کی اس دنیا میں جہاں سارے فیصلے مرد کرتے ہیں کہ کیا کرنا ہے ؟ کیسے کرنا ہے؟ کیونکہ ان کے خیال میں یہ دُنیا ان کی ہے اور وہی اس کے مالک ہیں ——— ایسے میں خواتین کیلئے علیحدہ تعلیم کا بندوبست لازمی ہے تاکہ وہ بھی مردوں کے ہمسر ہو سکیں ۔ (25)

یہ تحاریک ، ایک قسم کی مردوں کی اتھارٹی کے خلاف عورتوں کی بغاوت کی نشاندہی کرتی ہیں ۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یورپ میں بھی عورتیں اپنے لئے علیحدہ نظام چاہتی تھیں خواہ وہ تعلیم کا میدان ہی کیوں نہ ہو ۔

1958ء تک یہ یقین پختہ ہو گیا کہ کچھ ایسے تعلیمی شعبے ہیں ۔ جن میں عورتیں بہتر ثابت ہوتی ہیں، جیسے چائلڈ کئیر ، ایلیمنٹری اور سیکنڈری ٹیچینگ ، میڈیکل ٹیکنالوجی ، ہیلتھ کئیر ، کمیونٹی سروسز اور ہینڈی کرافٹس کیونکہ یہ شعبے عورتوں کے مزاج اور ان کے مخصوص دائرۂ کار میں آتے ہیں ۔

عورتوں کو چاہئیے کہ وہ بتدریج مردوں کو ان شعبوں سے فارغ کر دیں جو ان کے اپنے مزاج کے مطابق ہوں (جو اوپر بیان کئیے گئے ہیں) تاکہ محنت کی تقسیم منصفانہ ہو سکے ۔ (26)

اسلام کا حجاب کا نظریہ اور یہ کہ عورتیں ، مردوں سے الگ رہیں اور خواتین اپنی چال ڈھال، نشست و برخاست اور بول چال میں میانہ روی اور توازن رکھیں غرضیکہ ہر انداز سے ان میں شائستگی کی جھلک ہو ۔ یہ اپنی جگہ پر مسلم اور بین الاقوامی ہے ، ان کو نہ تو تبدیل کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی ان میں تحریف کی گنجائش ہے ۔ (27)

اب ہم اس باب کے دوسرے حصے کی طرف آتے ہیں جس کے مطابق عورتوں کو علیحدہ تعلیم دی جانی چاہیئے ۔یا وہ کونسے عوامل ہیں جو تعلیم نسواں کی جداگانہ حیثیت کا جواز بنتے ہیں ۔

حیاتیاتی پہلو ۔

عورتیں جسمانی طور پر مردوں سے مختلف ہیں ۔ اسلام نے عورت اور مرد دونوں کیلئے الگ الگ میدانِ عمل اور دائرۂِ کار اور وظائف مقرر کیے ہیں مرد اپنی جسمانی ساخت کے اعتبار سے جفاکش ، محنتی اور شدید تھکا دینے والے کاموں سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتا ہے اس لئیے اس کی محنت وسعی کا دائرۂِ کار گھر سے باہر رکھا گیا ہے جہاں وہ معاش کی جدوجہد ، جہاد اور تمدّن کی حفاظت کے فرائض انجام دینے پر مامور کر دیا گیا ہے ۔ مرد کا کام باہر کے تمام معاملات کو نمٹانا ہے اس سلسلے میں وہ باقاعدہ ارضِ وطن کا سپاہی بن کر مادرِ وطن کی حفاظت کرتا نظر آتا ہے اور کبھی وہ تپتے ہوئے ریگزاروں اور نوکیلے ، ٹھوس اور سنگلاخ علاقوں میں اپنا خون پسینہ بہا کر اپنے اور اپنے خاندان کی حفاظت کرتا ہے ۔اس کے برعکس عورت کے نہ صرف بدن میں بلکہ مزاج اور فطرت میں بھی نرمی اور لطافت بھر دی گئی ہے ۔اس لئیے اس کے ذمہ گھر کی نگہداشت اور بچوں کی پرورش کا فریضہ سونپا گیا ہے ۔اس کی جسمانی ساخت ایسی ہے کہ جس سے اس کو حیض ، نفاس ، حمل ، زچگی اور رضاعت جیسے فرائض اور مراحل سے گزرنا پڑتا ہے ۔ گھر سے باہر کی سرگرمیاں اگر اس کو سونپ دی جائیں ۔ اور ساتھ ہی اس پر مزکورہ بالا مراحل بھی آئیں تو اس کیلئے یہ سب کچھ مشکل ہو جائیے گا ۔ بلکہ اس کی

جسمانی ساخت شکست و ریخت کا شکار بھی ہو سکتی ہے اور اس کا ذہن منفی سوچ اپنا سکتا ہے - اس لئیے یہ اسلام کا عورت پر احسان ہے کہ جسمانی طور پر محنت اور مشقت والے کام مرد کو تفویض کر دئیے اور اس کی حدودِ کار اور دائرۂ عمل اور فرائض اسکی ہئیت کے مطابق کر دئیے ہیں تاکہ وہ اس سے بخوبی نمٹ سکے - پرورش اور تربیتِ اولاد ، گھر کا نظم و نسق وغیرہ عورت کے فرائض میں ہے اور یہ وہ عوامل ہیں جن میں جسمانی طاقت کی ضرورت زیادہ نہیں پڑتی - عورت کی اس جسمانی قوت کی کمی کو مرد کو طاقتور بنا کر پورا کر دیا گیا ہے - وہ نہ صرف باہر کے کام کاج نمٹاتا ہے - بلکہ عورت اور گھر کو تحفظ بھی فراہم کرتا ہے - (28)

اسلام نے عورت کے فرائض (اس کی جسمانی ساخت اور ہئیتِ ترکیبی) وضاحت کے ساتھ مرد سے الگ دکھائے ہیں - امورِ خانہ داری اور بچوں کی تربیت کا کام خاص طور پر عورت کو تفویض ہوا ہے - اس تقسیمِ فرائض کو زمانۂ حال کے تمدن نے بھی موزوں قرار دیا ہے - زندگی کی وہ قدریں جو لطافت و پاکیزگی سے عبارت ہیں ، ان کے سرچشمے کی تلاش ہمارے تخیل کی پرواز کو عورت ذات تک لے جاتی ہے - ذرا غور کیجئیے - کہ ماں کی ممتا ، بہن کی جانثاری ، بیوی کی وفا یہ سب عورت ہی کے کمالات ہیں -

مولانا مودودی نے عورت کی جسمانی ہئیت کے مطابق عورتوں کیلئیے ایسی تعلیم کی ترغیب دی ہے - جو اس کو بہتر عورت بننے میں مدد دے - مزید براں وہ علوم بھی عورت کیلئیے ضروری ہیں جو انسان کو انسان بنائیے اور اس کے اخلاق کو سنوارے اور اس کی نظر کو وسیع کرے - (29)

اب ہم انگلینڈ اور ویلز میں جنس کے فرق کی بنا پر تعلیم پر اثرات دیکھتے ہیں ۔ وہاں پر اس سلسلے میں کافی ریسرچ کی گئی ہے ۔ 1975ء میں .H.M انسپکٹریٹ نے نصاب میں فرق کے بارے میں پہلی رپورٹ شائع کی ۔ اس سے پیشتر بورڈ آف ایجوکیشن 1923ء میں اس بارے میں (سیکنڈری) رپورٹ شائع کر چکا تھا ۔ انسپکٹوریٹ نے نمونہ بندی کے طور پر پرائمری ، مڈل اور ہائی سکولوں کا دورہ کیا اور اس بارے میں کہ لڑکے اور لڑکیوں کے نصاب میں فرق کی کیا وجوہات ہیں ؟ باقاعدہ مطالعہ کیا ۔ انہوں نے پرائمری کی سطح پر (8 سے 12 مڈل سکول بھی شامل ہیں) بچوں کی دلچسپی کو مکینکل کھلونوں میں پایا ۔ اور لڑکیوں کو گھریلو قسم کی مصروفیات میں دلچسپی لیتا ہوا پایا ۔ (30)

اسی طرح سے کھیل کود کے معاملات میں بھی بچوں اور بچیوں میں فرق واضح تھا ۔ دوسری قسم کے مشاغل میں بھی لڑکوں کو اپنے اوزار کے ساتھ ٹھوک ٹھاک کرتے ہوئے پایا گیا جبکہ لڑکیاں سُوئی دھاگہ والے کام میں دلچسپی لیتی پائی گئیں ۔ زیادہ تر چینی مفکرین کا بھی اس بات پر اتفاق رائے ہے کہ عورت کا اپنا ایک مقام ہے ۔ عورت کا اپنا ایک کام ہے یہ بات ان کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ کریں ۔ "Let Women be proud of their Sex" (31)

اسی طرح سے نیشنل چائلڈ ڈویلپمنٹ سٹڈی نے ایک اور تجربہ کیا جس میں کہ 1600 بچے جو کہ مارچ 1968 میں پیدا ہوئے ان کے بارے میں باقاعدہ ریسرچ کی گئی ۔ 11000 بچوں کو سات سال بعد دوبارہ سٹڈی کیا گیا ۔ اس سلسلے میں ان کی Attainment "Behaviour" ، جسمانی نشوونما (Physical Development) ، قابلیت (Ability) ، صحت اور گھریلو ماحول کا بغور مطالعہ کیا گیا ۔ معلوم ہوا

کہ لڑکیوں کی Oral Ability بہت زیادہ ہے (لڑکوں کی نسبت) اور ان میں تخلیقی صلاحیت (Creativity) بھی زیادہ ہے۔ اس کے برعکس لڑکوں کو دنیا کے بارے میں عام معلومات (General Knowledge about the World) زیادہ تھیں ۔ (32)

اسی طرح سے لڑکیوں اور لڑکوں کی صلاحیت کے بارے میں آرٹ اور کرافٹ کے سلسلے میں جائزہ لیا گیا تو ماہرین نے اس جائزہ کی بنا پر کرافٹ کو آرٹ سے بالکل علیحدہ کر دیا کیونکہ لڑکوں کے لئے اس کا مطلب لکڑی کا کام ، کارڈ بورڈ ماڈل اور جیومیٹریکل ڈرائنگ ہے جبکہ لڑکیوں کے لئے سوئی دھاگہ اور نٹنگ کا کام ہے۔ اس میں ٹوکری بنانا ، بک بائینڈنگ، کاتنا ۔ بلاک پرنٹنگ اور برتن سازی وغیرہ بھی شامل ہیں ۔ لیکن یہ سب پرائمری سکولوں میں نہیں تھا۔ پرائمری کی سطح پر وُڈکاروِنگ ۔ ماڈلنگ ۔ رنگ کرنا اور بلاک کٹنگ شامل تھے۔ (33)

جنس (sex) کے مطابق نصاب کا تعیّن ہونا چاہئیے۔ اس بارے میں ماہرین جنیات کہتے ہیں ۔

<u>پوشیدہ نصاب</u>

Hidden Curriculum کی اصطلاح آجکل عام ہو رہی ہے۔ اس سلسلے میں سکول یونیفارم دراصل اس بات کی نشاندہی کرتی کہ طلباء طالبات نے کیا کام کرنا ہے۔ لڑکیوں کے لئے بطور یونیفارم سکرٹس رکھنے کا مقصد یہی ہے کہ لڑکیاں زیادہ اُچھل کُود نہ کر سکیں ۔ درخت وغیرہ پر نہ چڑھیں ۔ مضامین کے لحاظ سے لڑکیاں عموماً ریاضی اور

فزیکل سائنس پسند نہیں کرتیں اور لڑکے ماڈرن لینگویج اور نیچرل سائنس کو پسند نہیں کرتے ہیں ۔ (34)

انسانی جسم میں جین کا بہت گہرا رول ہے۔ جین کی تھوڑی سی منفی تبدیلی سے انسان کے جسم پر گہرے اثرات نمودار ہوتے ہیں ۔ اس میں کئی بیماریاں ایسی ہیں ۔ جو صرف مردوں میں پائی جاتی ہیں ۔ اور کچھ ایسی جس کا شکار عموماً عورتیں ہوتی ہیں ۔ ان بیماریوں کی وجہ سے انسان کی تعلیم و تربیت پر گہرے اثرات نمودار ہوتے ہیں ۔ یہی Genes ہیں جو مردوں کو طاقتور بناتی ہیں اور ان کو اسی قسم کے کام (دائرۂ کار) کی طرف راغب کرتی ہیں ۔ بعینہٖ یہی Genes ہیں جو کہ عورتوں کو ریاضی، انجینرنگ اور طبعی سائنس میں کم دلچسپی لینے پر مجبور کرتی ہیں۔ اسی طرح سے کچھ بیماریاں موروثی ہیں جس کی وجہ سے علیحدہ تعلیم (Special Education) کی ضرورت پڑتی ہے۔ جیسے ہکلا نا وغیرہ۔ بہر حال یہ مسلمہ امر ہے کہ انسان کی حیاتیاتی ساخت کروموسوم اور Genes کی بدولت تشکیل پاتی ہے۔ اور Genes کی مختلف اقسام ہوتی ہیں ۔ اور ان کی موجودگی انسان میں مختلف قسم کی خصوصیات کا باعث بنتی ہے ۔ اور پھر یہی خصوصیات ، عادات ، خصائص انسان کے لئے تعلیم کے شعبہ کا انتخاب کرنے میں رہنمائی کرتی ہیں ۔ مرد اور عورت دو جنس میں مختلف Genes ہوتی ہیں اور ان کی ارتقا پزیری کا عمل کروموسوم کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ان Genes کی خصوصیات کی وجہ سے ہر انسان کی اپنی اپنی عادات ، مزاج اور شکل تشکیل پاتی ہے۔ حیاتیاتی پہلو (Genetic Aspect) کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے تعلیم

ماحول فراہم کرنا ہوتا ہے۔ اور یہی Genetic phenomenon (حیاتیاتی ساخت)عورت کے لئے ایک مختلف قسم کا نظامِ تعلیم تجویز کرتی ہے۔ تاکہ خواتین اپنی جسمانی ساخت اور اس کے تقاضوں کے مطابق اپنے ماحول میں آزادانہ تعلیم حاصل کر سکیں۔ (35)

نفسیاتی پہلو۔

طب، انجینرنگ، تربیتِ اساتذہ وغیرہ کی طرح تعلیمِ نسواں بھی اختصاصی شعبہ ہے۔ اس لئے اس کی منصوبہ بندی کرتے ہوئے اس پہلو کو مدنظر رکھنا ہوگا۔ معاشرے میں عورتوں اور مردوں کے اشتراکِ عمل کے مواقع کے ساتھ ساتھ ان کی ذمہ داریوں اور وظائف کی بعض صورتیں ایک دوسرے سے الگ ہیں اور اختصاصی تربیت کی متقاضی ہیں۔ نفسیاتی اعتبار سے یہ اظہر من الشمس ہے کہ عورتوں کی ضرورتوں اور دلچسپیوں کا دائرہ کار بہرحال اپنی بعض نمایاں خصوصیات رکھتا ہے۔ عورتوں کی استعداد بھی اپنا اختصاص رکھتی ہے۔ غرض نفسیاتی اعتبار سے عورتوں کا جہاں کچھ جداگانہ تقاضے رکھتا ہے۔ (36)

عورتوں کی نفسیات کے اس پہلو کو ایک اور ماہرِ تعلیم نے اس طرح بیان کیا ہے

"تعلیم کے میدان میں اخلاقی پہلو کے علاوہ نفسیاتی پہلو بھی ہیں اور اس کے مضمرات خصوصی توجہ کے حامل ہیں۔ لہٰذا تعلیم کی ہر سطح پر اور ہر پہلو کے لحاظ سے خواتین کی جداگانہ تعلیم کو شرعی، اخلاقی اور عملی تقاضا خیال کرتے ہیں۔ (37)

برصغیر میں انگریزوں نے اپنی عزماں رواں کو مستحکم کرنے کے لئے جو نظامِ تعلیم نافذ کیا تھا وہ اپنی روح اور نظام کے لحاظ سے ان کی اپنی تہذیب کا آئینہ دار تھا۔ اس

کا مقصد مسلمانوں کی نئی نسلوں کو فرنگی تہذیب کا نمونہ بنانا تھا۔ انھوں نے عورت اور مرد کی فطری اور نفسیاتی فرق کا لحاظ کئیے بغیر ایک جیسا نظامِ تعلیم دے کر مرد اور عورت کی تفریق ختم کر دی اور ان کے ذہنی اور نفسیاتی فرق کا بالکل لحاظ نہ رکھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عورتیں اپنے نفسیاتی عوامل اور مسائل کی وجہ سے زندگی اور علم کی دوڑ میں مردوں سے بہت پیچھے رہ گئیں ۔ اس سے مرد وزن کے آپس کے تعلقات کو نہ صرف دھچکا لگا بلکہ ان کے مثبت اندازِ فکر نے منفی رجحانات کی دوڑ پکڑی ـــــ بہر حال یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ نفیاتی فرق ایک ایسا نظامِ تعلیم وضع کرنے کی دعوت دیتا ہے جو ہر دور کی سوچ اور معیار کے مطابق ہو کیونکہ اسی صورت میں مطلوبہ نتائج برآمد ہو سکتے ہیں ۔ (38)

دراصل قدرت نے مختلف مخلوقات کو مختلف جنسوں اور مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اور ہر گروہ کے خاص وظائف اور فرائض مقرر کر دئیے ہیں ۔ مختلف فرائض کی انجام دہی کے لئے مختلف جسمانی ساخت اور مختلف مزاج اور شعور کی ضرورت ہوتی ہے ـــــ انسان کی دو جنسیں بنائی ہیں ۔ اور ان ہر دو جنس کی شکل ، جسم ، ساخت اور ہئیت مختلف بنا دی تاکہ ہر کوئی اپنے اپنے دائرۂ کار میں اپنا اپنا کام سرانجام دے سکے ـــــ اس لحاظ سے جو نظام بھی مرتب کیا جائیے گا اس میں اس ہئیت ، ساخت ۔ مزاج ، عقل اور شعور کے فرق کو ضرور ملحوظ رکھنا ہو گا۔ اور اسی فرق کی بنا پر پالیسی مرتب کی جائیے گی ۔ نظامِ تعلیم میں بھی مرد اور عورت کے اس فرق کا لحاظ رکھنا ہو گا۔ (39)

اوپر کی بحث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ عورت اور مرد دو مختلف جنس ہیں ۔ ان میں کروموسوم اور جین کی موجودگی کی وجہ سے ان کی ساخت ۔شکل ۔ مزاج اور نفسیات مختلف ہے ۔ اور کروموسوم اور جین کے فرق کی وجہ سے لڑکے اور لڑکیوں کے مشاغل، سوچ اور پسند مختلف ہیں ۔ اور تعلیمی ادارہ میں مضامین بھی مختلف ہیں ۔ اور یہی فرق خواتین کے لئے جداگانہ تعلیم کا تقاضا کرتا ہے ۔

جیساکہ گزشتہ بحث میں ذکر ہوا ہے کہ عورت اور مرد کی ساخت اور ہئیت مختلف ہے اس لئیے اس حساب سے علیحدہ تعلیم کا انتظام بھی ضروری ہے ۔بعینہٖ ان ہر دو کے مزاج اور ان کی سوچ بھی مختلف ہے ۔ اس بارے میں احمد انس نے بالکل بجا فرمایا ہے ـــ انسانی نفسیات کے مطالعہ نے دونوں صنفوں کے اختلاف کو بالکل آشکارا کر دیا ہے ۔ان ہر دو کی طبیعت ' مزاج ، سوچنے کے طریقے' مختلف رد عمل غرضیکہ ہر لحاظ سے یہ اختلاف اتنا گہرا ہے ۔کہ اس کو سامنے رکھ کر کوئی معقول آدمی ان دو اصناف کے لئیے ایک جیسے طریقۂ تعلیم کی سفارش نہیں کر سکتا ۔ یہ اختلاف اپنی فطرت میں دو علیحدہ طریقہ ہائے تعلیم کا تقاضا کرتا ہے ۔ (40)

یہ ایک اٹل اور واضح حقیقت ہے کہ عورت ' مزاج ' طبیعت اور صلاحیت میں قدرتی اور تخلیقی طور پر مرد سے مختلف ہے ۔اسلام نے ریاست اور معاشرے کے تحفظ کی ذمہ داری مرد کے سر ڈالی ہے اور عورت کی جدوجہد کا رخ گھر کی طرف موڑ دیا ہے ۔ قرونِ اولیٰ میں عورت اپنے دائرۂ کار میں رہی اور اس نے اپنے اصل مقام کو پالیا ۔ اور وہ اسلامی تہذیب کی ترقی اور اس کی تابناکی کا باعث بنی ۔خواتینِ اسلام نے شرعی حدود کی پابندی کرتے ہوئے تعلیمی میدان میں خاطر خواہ خدمات سرانجام دی ہیں ۔ (41)

برصغیر میں انگریزوں نے نظامِ تعلیم میں عورت اور مرد کے اس ذہنی ، جسمانی ، طبعی ، میلانی اور حیاتیاتی فرق کو ذہن میں نہ رکھتے ہوئے مخلوط تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔ جس سے مسلمان قوم تعلیم کے شعبے میں مطلوبہ نتائج حاصل نہ کر سکی کیونکہ عورتیں اپنے نفسیاتی عوامل اور ذہنی سوچ کی وجہ سے تعلیمی دوڑ میں مردوں سے پیچھے رہ گئیں کیونکہ کسی بھی کام کو انجام دینے کے لئیے خاص دماغی قابلیت ، سوچ اور ذہنی استعداد کی ضرورت ہوتی ہے۔اسی لئیے جس جنس یا صنف سے متعلق جو کام مقرر کیا گیا ہے اسی کے موافق اس کو دماغی اور جسمانی قابلیت عطا کی گئی ہے۔

اسلام نے عورت اور مردوں کے لئیے الگ الگ میدانِ عمل اور دائرۂ وظائف مقرر کیا ہے ۔عورت کے بدن ہی میں نہیں بلکہ مزاج اور فطرت میں بھی نرمی اور لطافت بھر دی ہے ۔اس لئیے اس کے ذمے گھر کی نگہداشت اور بچوں کی پرورش اور تربیت کی ڈیوٹی رکھی گئی ہے۔ گھر کی حدود سے باہر سرگرمیوں میں اسے جوت دیا جائے تو اس کا ذہن وفکر بےشمار منفی نتائج تک اسے پہنچا سکتا ہے۔ (42)

نفسیاتِ جنس کے ماہرین عورتوں اور مردوں میں فکری اور عملی پہلوؤں میں . اختلاف کی نشاندہی کرتے ہیں کیا یہ اختلاف نصاب کی ترتیب میں ، مضامین کے انتخاب میں تعلیم گاہوں کے انتظام میں ، نظم و ضبط کے مسائل میں ، استاد کے طریقۂ تعلیم میں امتحانات کے طریقے میں غرض تعلیم کے ہر جزو میں علیحدہ طریقۂ کار کا تقاضا نہیں کرتا ۔ (43)

عورت کے نفسیاتی مسائل اس کے دائرۂ کار پر اثر انداز ہوتے ہیں اور یہ مسائل

اس بات کے متقاضی ہیں کہ عورتوں کے مخصوص جذبات اور انکی مخصوص سوچ کی وجہ سے اِن کے لئیے علیحدہ اور مناسب تعلیم کا بندوبست بہت ضروری ہے۔ تاکہ وہ تعلیم سے مکمل طور پر مستفید ہو سکیں ۔ اور خواتین معاشرے میں فعال کردار ادا کر سکیں ۔ (44)

الیکس کیرل' ماہرِ نفسیات مردوں اور عورتوں کی نفسیات کے بارے میں کہتا ہے۔

مردوں اور عورتوں کے درمیان اختلاف بنیادی نوعیت کے ہیں ۔ ان حقائق کو نظر انداز کرنے کی بنا پر نسوانی آزادی کے علمبرداروں نے یہ دعویٰ کیا کہ ان دونوں جنسوں کے مساوی حقوق ہونے چاہئیں کیونکہ مرد اور عورت کی سوچ میں کوئی قابلِ ذکر فرق نہیں ہے اور قابلیت کے لحاظ سے ہر دو جنس برابر ہیں ۔ (45)

ماہرِ نفسیات ہیولاک نے کہا ہے کہ عورت کی طبیعت میں مردوں کی نسبت اثر اور انفعالیت کا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔ عورت دوسروں کی ہمدردی کے لئیے تڑپتی ہے۔ اور اس میں خود مختاری کا جذبہ اتنا پر زور نہیں ہوتا جتناکہ مردوں میں ہوتا ہے۔ مردوں میں حاصل کردہ علم سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے ۔اور قوتِ مشاہدہ عورتوں میں زیادہ پائی جاتی ہے۔ عورتوں کو' تحلیل اور تجزیہ کا عمل بالطبع ناپسند ہوتا ہے ۔ (46)

تجربات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مردوں میں سمت کا تعین کرنے کی صلاحیت عورتوں کی نسبت بہتر ہوتی ہے۔کیونکہ عورتیں دائیں اور بائیں کے چکر میں زیادہ نہیں پڑتی ہیں ۔ (47)

اسی طرح سے ماہرینِ نفسیات نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ عورتوں کا حافظہ اور ان

کی یادداشت مردوں کی نسبت کم ہوتی ہے۔ (48)

ماہرین نفسیات کے مطابق Reasoning / Logic عورتوں میں مردوں کی نسبت کم ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ عورت کو اکثر اوقات کم عقل بھی کہا جاتا ہے۔اس سلسلے میں پیاجے نے بھی کافی کام کر کے عورتوں میں طریقۂ استدلال کی کمی ثابت کی ہے۔ (49)

یہ بات طِبّی ماہرینِ نفسیات نے ثابت کی ہے کہ صنفِ نازک اکثر حساب، الجبرا اور جیومیٹری میں دلچسپی نہیں رکھتی ہیں اور اس معاملے میں وہ مردوں سے بہت پیچھے ہیں۔ (50)

اوپر کی دی گئی مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ نفسیاتی طور پر مرد اور عورت میں کافی فرق ہے اور اس فرق کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے عورتوں کے لئیے تعلیم کا انتظام و انصرام ضروری ہے۔کیونکہ تعلیمِ نسواں کی کامیابی عورتوں کی سوچ، ان کی ذہنی پختگی، ان کی ذہنی پسندیدگی اور ان کی دماغی صلاحیت پر منحصر ہے۔اس نفسیاتی فرق کی وجہ سے عورتوں کے لئیے نہ صرف جُداگانہ نصاب کی ضرورت ہے۔بلکہ جُدا ماحول بھی انتہائی ضروری ہے تاکہ وہ اپنے ذہن کی استعداد کے مطابق اپنے ماحول میں بہتر تعلیمی نتائج پیدا کر کے اس ملک و قوم کا اچھا سرمایہ ثابت ہو سکیں۔

اب تک ہم نے مرد اور عورت کے حیاتیاتی اور نفسیاتی فرق کا مطالعہ کیا ہے۔ اب ہم اس سلسلے کی تیسری کڑی یعنی معاشرتی طور پر ہر دو جنسوں کا فرق دیکھیں گے۔

معاشرتی فرق

معاشرہ عورت اور مرد دونوں سے مل کر بنتا ہے۔بقول ماہرین عمرانیات Man is a social animal یعنی انسان معاشرہ میں ہی رہ سکتا ہے۔

ہمارے ہاں معاشرہ کی بنیاد مذہب، زبان ، رسم و رواج اور جغرافیائی حدود پر رکھی جاتی ہیں ۔ اکثر اقوام اپنی زبان سے پہچانی جاتی ہیں ۔ جیسے چینی بولنے والے افراد کا گروہ چینی معاشرہ کہلائے گا ۔ اسی طرح عربی زبان بولنے والے اہلِ عرب کا معاشرہ ہو گا ۔ یعنی دوسرے عوامل کے ساتھ لسانی فرق انسانی معاشرہ کی بنیاد رکھتے ہیں ہر معاشرے کی اپنی اپنی خصوصیات ہیں اور ان خصوصیات کے تحت ہی ہر معاشرہ اپنی تہذیبی ، تمدنی ، معاشرتی ، سیاسی ، ثقافتی ، معاشی اور تعلیمی اقدار اپناتا ہے ۔ جہاں تک تعلیم کا تعلق ہے یہ ایک متحرک عمل ہے ۔ جس کے ذریعے ہم معاشرے کی اقدار کا تنقیدی جائزہ لے کر یہ طے کرتے ہیں کہ کونسی اقدار معاشرے کے بدلتے ہوئے تقاضوں کو پورا کر سکتی ہیں اور صرف یہی اقدار ہم آنے والی نسلوں کو وراثت میں دے سکتے ہیں ۔ (51)

قرآنِ کریم میں ہے کہ اے لوگو ! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جاندار سے پیدا کیا ہے ۔ اور اس جاندار سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں ۔ (52)

قرآن کے اس حوالے سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ انسانی معاشرہ دراصل مرد اور عورت کا مجموعہ ہے ۔ اور جیساکہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے ، قدرت نے مخلوق کو مختلف گروہ اور جنس میں تقسیم کر دیا ہے ۔ اور ہر گروہ کے اپنے اپنے فرائض مختص کر دئیے ہیں ۔ یعنی مرد کے اپنے فرائض ہیں اور عورت کے اپنے فرائض و وظائف ہیں ۔ اس لئیے عورت کے مخصوص مزاج ، اس کے مسائل اور اس کے دائرۂ کار کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے اس کے لئیے علیحدہ تعلیم کا بندوبست ضروری ہے ۔ دراصل عورت انسانی سماج کا ایک

رکن اور تمدن کی گاڑی کا پہیہ ہے - انسانی سماج کو سنوارنے کی جتنی ذمہ داری ایک مرد کی ہے، عورت کی ذمہ داری اس سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ (53)

اسی طرح سے تمدن کا ارتقاء مرد اور عورت دونوں کے اتحاد سے عمل میں آیا ہے۔ جب تمدّن کی اصلاح اور بگاڑ میں دونوں کا ہاتھ ہے تو کیا یہ غلطی نہ ہو گی کہ ایک کو نظر انداز کر کے دوسرے کو آگے بڑھانے کا فیصلہ کیا جائے - کیا دنیا کا کوئی شخص اپنے جسم کے نصف حصے کو بیکار اور مفلوج کرنے کے بعد بھی صحیح طریقے سے زندگی کے میدان میں اپنا کردار ادا کر سکتا ہے؟ (54)

یہاں نصف حصے کو بیکار کرنے سے مراد یہ ہے کہ عورت کو علم کی روشنی سے محروم رکھا جائے - اور اس کو جہالت میں رہنے دیا جائے - یا اس کو اس کے دائرۂ کار سے باہر نکال کر اسے مختلف دنیا میں بھیج دیا جائے - جہاں پر ماحول اس کی صلاحیت، اس کی نفسیات اور اس کی تمدنی (حیاتیاتی) زندگی سے مختلف ہو۔

معاشرے میں عورت کا ایک خاص کردار اور ایک خاص دائرۂ کار ہے اس لئے عورت کے ساتھ ہرگز یہ خیر خواہی نہیں ہے کہ اسے اس کے فطری دائرۂ کار سے نکال کر غیر فطری دائرہ کار میں پہنچا دیا جائے - جہاں اس کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ سراسر نقصان ہے - عورت جب تک عورت ہے - وہ ماں بننے - حمل و رضاعت کی تکالیف برداشت کرنے اور حیض و نفاس کی کیفیت سے گزرنے پر مجبور ہے - ان مشکلات اور پیچیدگیوں میں مرد اس کا بالکل ساتھ نہیں دیتا - اس لئے عورت کا اصل مقام اس کے اپنے دائرۂ کار میں رہتے ہوئے اچھی اور مثالی عورت بننا ہے۔ (55)

عورت اور مرد کی برابری کا دعویٰ کرنے والے دراصل مخلوط تعلیم کے داعی ہیں -

مگر وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ مخلوط تعلیم کے پسِ پشت مساواتِ مرد و زن کا بالکل بےبنیاد اور غلط نظریہ کار فرما ہے۔ مساوات کا یہ مفہوم کبھی نہیں ہوتا کہ صلاحیتوں ، ذمہ داریوں اور نوعیتِ کار سے قطعِ نظر سب کو برابر اور ہر لحاظ سے یکساں اور مساوی قرار دیا جائے۔ عورت اور مرد جسمانی ساخت ، نفسیات، سماجی فرائض غرض ہر لحاظ سے علیحدہ علیحدہ شخصیات کے حامل افراد ہیں۔ معاشرے میں دونوں کے علیحدہ علیحدہ کردار ہیں۔ پھر دونوں یہاں ایک جیسی تعلیم کے مستحق کس طرح قرار دئیے جا سکتے ہیں ؟ عورت اور مرد کے جداگانہ خصائص اور تحدیدات دونوں کے لئیے (مرد اور عورت) الگ الگ تعلیم کا تقاضا کرتی ہیں۔ (56)

اسلامی نقطۂ نظر سے عورت کی صحیح تعلیم و تربیت وہ ہے جو اس کو بہترین بیوی ، بہن اور بہترین ماں بنائے ۔اور عورت کو اس رول کے لئے بھرپور طریقہ سے ادا کرنے کے لئیے تیار کرنا مسلم معاشرے کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ (57)

حوالہ جات

1- Harry Sawyer, UNICEF, The Progress of Nations, Quartely Education, 1997, P. 33-34.

2- Dr. Mahboob-ul-Haq, Human Development in South Asia, 1997, p. 37-38

3- Govt. of Pakistan, Economic Survey of Pakistan (1996-97), P. 115, 121.

4- Dr. Abdul Ghafoor, NETCOM, Islamabad, Quest for Adult Literacy, 1994, P. 164.

5- Ibid. P. 121

6- Prime Minister Literacy Commission, N.F.E Basic Education, Executive Summary P. 3.

7- ڈاکٹر تقی الدین پال ، "تعلیم و تربیتِ نسواں" ، ماھنامہ محدث ، جلد اول ، 1970 ، ص۔

8- ادارہ تعلیم تحقیق ، تنظیمِ اساتذہ پاکستان ، خواتین یونیورسٹی — کیوں اور کس طرح ؟ ، 1989 ، ص 42

9- اَبُو داؤد شریف : 2 : 715 ـ 714 : کانپور ، 1948 ، ص 72

10- اِمام نُوری ، شرحِ مسلم : 2 : 23 ، طبع مصطفیٰ البابی ، مصر ، 1380ھ ، ص 110

11- حافظ محمد سعد اللہ ، عورت کی تعلیم و تربیت ، 1984ء ، ص 90

12- القرآن ، سورتہ الاحزاب ، آیت نمبر 33

13- الحق ، "اسلام میں خواتین کی تعلیم و تربیت اور پردہ کی اھمیت" (ایڈیٹوریل) ، اگست 1984 ، ص 3

14- الحق ، "اسلام میں خواتین کی تعلیم و تربیت اور پردہ کی اھمیت" اگست 1984 ، ص 92 (اکوڑہ خٹک ، جلد 19 ، شمارہ 11)

15- The Herald Annually; January 1997 (Issue), Karachi, P. 191.

16- ادارۂ تعلیم و تحقیق جامعہ پنجاب ، لاھور ، جامعہ خواتین کیوں اور کیسے ؟ ، 1992 ، ص 14

17. Edmundt King, Other Schools of Ours, 1960, P. 23

18. Yust Wapter, Encyclopedia Britanica, Vol. V, p. 929

19. Elizabeth Chesser, Women's Marriage and Motherhood, P. 223-24

20 ۔ پروفیسر حمید احمد خان ، تعلیم و تہذیب ، 1975 ، ص 74 ۔ 273

21 ۔ ابوالکلام آزاد ، مسلمان عورت ، 1970 ، ص 20 ۔ 19

22 ۔ احمد انس ، مخلوط تعلیم ، 1994 ، ص 33

23 ۔ ناصرہ وہاب ، اسلامی معاشرے میں عورت کی حیثیت اور دائرۂ کار ، 1990 ، ص 23 ۔ 21

24. U.G.C. Islamabad; Women's University – Feasibility Report, October 1977, P. 12

25. Penny Griffin, St. Hugh's One Hundred Years of Women Education in Oxford, 1986, P. 284-85.

26. Tsui Chang, Peking Review, December 9, 1958; P. 13

27. Dr. Anis Ahmad, Muslim Women and Higher Education, 1984, P. 50.

28 ۔ پروفیسر محمد سلیم ، عورت ——— حیثیت ، خاندانی کردار اور تعلیم ، 1993 ص 99

29 ۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی ، پردہ ، ص 249

30. Eileen M. Byrne; Women and Education; 1978, P. 91

31. A. J. Alderson; Lin Yutong, The Best of an Old Friend, 1939, P. 171

32. Davie; Butler and Gold Steen, From Birth to Seven, 1963, P. 20

33. Oplowden Committee (1967); Children and their Primary School, Para 68.

34. Frazier, Nand Skader (1973), Sexism in School and Society; P. 173

35. Kidd; K.K. Bernoco; D. Corbona and Others; Genetic Analysis of H.L.A Associated Diseases; 1977; P. 390

36 - ساجدہ جبیں ، تعلیم نسواں کا نصاب ، 1988 ، ص 6

37 - مسرت شوکت چیمہ ، تعلیم کے اسلامی آفاق ، 1995 ، ص 75

38 - ناصرہ وہاب ، اسلامی معاشرے میں عورت کی حیثیت اور دائرہ کار ، ص 26 - 23

39 - ابوالکلام آزاد ، مسلمان عورت ، ص 21 - 19

40 - احمد انس ، مخلوط تعلیم ، ص 34 - 33

41 - ناصرہ وہاب ، اسلامی معاشرے میں عورت کی حیثیت اور دائرہ کار ، ص 23 - 21

42 - ایم عبدالرحمان خان ، عورت-انسانیت کے آئینے میں ، ص 30

43 - احمد انس ، مخلوط تعلیم ، ص 35

44 - ایم عبدالرحمان خان ، عورت انسانیت کے آئینے میں ، ص 30

45- Alex Carrel, Men, The Unknown, P. 68

46- Hevlock, Human Psychology, P. 112

47- Thompson, E. G. Mann; Relationship among Cognitive Complexity, Sex and Spatial Task in College Students, 1979, P. 103.

48- Siegel, A.W. and Schadler, The Development of Young Children's Special Representation of their Classrooms, 1977, P. 385-94

49- Thomas H. Humnel, Paper presented at the Regional Meeting of the Society for Research in Child-development, 1972, P. 39.

50- Hyde, J. S. Geiringer, E.R; and Yen, W.M; Report on the Empirical Relation between Special ability and Sex Differences; 1975; P. 259-310.

51 - ایس ایم شاہد ، فلسفہ و تاریخ تعلیم ، ص 12

52 - القرآن ، سورۃ النسا ، آیت 4

53 - متین طارق ، خواتین اور اسلام ، ص 89

54 - عبدالقیوم ندوی ، دستور حیات ، ص 54

55 ـ سید جلال الدین ، عورت اسلامی معاشرے میں ، ص 96

56 ـ احمد انس ، مخلوط تعلیم ، ص 35

57 ـ ادارہ مطبوعاتِ تنظیم ، مخلوط تعلیم ، ص 83